سکھ مت کے معاشرتی معاملات پر اسلامی تعلیمات کے اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

(گرو گرنتھ صاحب کی روشنی میں)

An Analytical Study of the Effects of Islamic Teachings on the Social Affairs of Sikhism (In the Light of Guru Granth Sahib)

***Sheraz Ahmad*[1]**

***Dr. Muhammad Imran*[2]**

ABSTRACT

Sikhism has highlighted the importance of establishing a human society in which all human beings have equal rights and the social evils could be eradicated from the society. The Sikh Gurus have described the evil rituals prevalent in the society and described their abomination and ugly rituals are considered a menace to Sikh society. Guru Nanak has expressed disgust with the outdated rituals of Hindu society. Sikhism recognizes the importance of women's education in building a happy and healthy society which proves to be beneficial in their practical life. Guru Nanak and other Gurus were against the caste system. They have declared that the standard of honor and dignity is not caste but good deeds. These effects on the Sikh religion have been made possible by the comprehensive and unique teachings of Islam.

Keywords: *evil rituals, Sikh society, caste system, Gurus, Sikhism.*

کسی بھی قوم کے معاشرتی معاملات اس قوم کے تہذیب و تمدن کے عکاس ہوتے ہیں۔ معاشرتی معاملات سے اس قوم کا رہن سہن، انداز تکلم اور زندگی کا طرز عمل معلوم ہوتا ہے اور اس قوم اور معاشرے کی تہذیب و ثقافت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ان معاملات میں گھریلو معاملات، تجارتی معاملات اور عام معاملات شامل ہیں۔ معاشرت اور معاملات دین اسلام کے دو انتہائی اہم شعبہ جات ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ تعلیمات موجود ہیں۔ اگر دین اسلام کے احکامات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عبادات سے متعلق شریعت اسلامیہ کے احکام ایک چوتھائی ہیں جبکہ باقی تین چوتھائی احکامات کا تعلق معاشرت اور معاملات سے ہے۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی ہے ہر شعبے میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جو شریعت مطہرہ کی تعلیمات سے خالی ہو۔ اسلام اگر کسی معاملے میں براہ راست ہدایات نہیں دیتا تو ایسے اصول و ضوابط ضرور فراہم کرتا ہے جن سے معاشرتی معاملات کا حل مستنبط کیا جا سکتا ہے۔ انسانی معاشرے میں رہتے ہوئے ان کے آپس کے حقوق و فرائض کا تعین کر دیا گیا ہے۔ ان حقوق کو دو اجزاء میں منقسم کیا

---

1. Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur
sherazalmas@gmail.com, ORCID ID (0000-0003-2253-3943)

2. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur
muhammadimranpak3@iub.edu.pk, ORCID ID (0000-0003-3976-6567)

جاتا ہے؛ شخصی حقوق اور اجتماعی حقوق۔ شخصی حقوق سے مراد ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے اور اجتماعی حقوق سے مراد معاشرے کا انسان پر کیا حق ہے۔انسان پر معاشرے کے حق کو سماجی خدمت بھی کہتے ہیں۔

سکھ مت میں بنی نوع انسان کی یکجہتی کا تصور:

سکھ مت کی اخلاقی تعلیمات میں بنی نوع انسان کی یکجہتی کا تصور کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مذہب انسانوں کے مابین ذاتوں اور پیدائش کی بنیاد پر کوئی تفریق نہیں کرتا۔ بحیثیت انسان سب برابر ہیں اور تمام لوگوں کو ایک خدا نے پیدا کیا ہے۔ گرو کی محبت کی وجہ سے نیک اعمال میں کمال حاصل کیا جا سکتا ہے۔ گرو گرنتھ صاحب میں بابا نانک اپنے متبعین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سبھ کو اوچا آکھیئے نیچ نہ دیسے کوئی

اک نہ بھانڈے ساجیے اک چانن تیہہ لوئے

کرم ملے سچ پایئے دھر بخش نہ میٹے کوئی

سادھ ملے سادھو جنے سنتوکھ وسے گر بھائے۔ [3]

”سبھی کو سرفراز ماننا چاہیے مجھے تو کوئی نیچ نظر نہیں آتا۔ واحد خدا نے تمام اجسام تخلیق کیے ہیں۔ تمام دنیا میں صرف ایک ہی نور پھیلا ہوا ہے۔ یہ صداقت اس کی رحمت سے ملتی ہے۔اس کے کرم کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ جب ایک نیک انسان دوسرے نیک انسان سے ملتا ہے تو وہ گرو کی محبت کے ذریعے مطمئن ہو جاتے ہیں۔“

سکھ سماج ایک محنت کش معاشرہ ہے۔ مذہبی اعتبار سے ان کے دو طرح کے فرائض ہیں۔ اول یہ کہ وہ معاشرے کے صحت مند فرد کی حیثیت سے دستی یا دماغی مشقت کریں اور دوسرا یہ کہ اپنی روحوں کی پاکیزگی کے لیے سچے گرو کی تعلیمات پر عمل کریں۔ گرو صاحبان کے نزدیک مشقت کرنا عبادت ہے۔ انھوں نے خود بھی عوامی فلاح و بہبود کے لیے بطور کارکن کام کیا۔ مقدس مجالس میں گرو صاحبان نے پیاسے مریدوں کو پانی پلانے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کا انتظام کیا۔ مفاد عامہ کے لیے رضاکارانہ طور پر فنڈ اکٹھا کرنا اور پھر اس میں سے حاجتمندوں میں تقسیم کرنا سکھ گروؤں کا شیوہ رہا ہے۔ مشترکہ فنڈ سے عام لنگر کا اہتمام سکھ تنظیم کی پہچان تھا۔ اس سے سکھ اخوت کے کارکنان میں بھائی چارے کا احساس پیدا ہوا۔ اس عام لنگر سے نہ صرف ضرورت مند کھانا کھاتے بلکہ کسی بھی سوسائٹی، ذات، رنگ نسل اور مسلک سے تعلق رکھنے والا شخص استفادہ کر سکتا تھا۔ گروؤں کے ان اقدامات سے خطے میں انسانوں کی باہمی یکجہتی کا تصور پروان چڑھا۔ پروفیسر کوہلی اپنی تصنیف 'The Sikh Philosophy' میں سکھ مت میں بنی نوع انسان کی یکجہتی کا تصور بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" Sikhism is against the exploitation of any kind. Every worker must get his due, therefore the idea of slavery is foreign to Sikh Society. Everybody must work for the economic betterment of the society. A holy congregation or an assembly

---

3 Guru Granth Sahib, Sri Rag Mahala 1, 62.

of five Sikhs can give their verdict like a 'Panchayat' on an act considered antagonistic to the canons of Sikh faith."[4]

"سکھ مذہب کسی بھی قسم کے استحصال کے خلاف ہے۔ ہر فرد کو اس کا حق ضرور ملنا چاہیے۔ سکھ معاشرے میں غلامی کا تصور ایک اجنبی حیثیت رکھتا ہے۔ معاشرے کی معاشی خوشحالی کے لئے ہر شخص کو بھرپور محنت کرنی چاہیے۔ نیک لوگوں کی ایک جماعت یا پانچ سکھوں کا ایک اجتماع اس قانون کے خلاف فیصلہ دے سکتے ہیں جو سکھ مت کے بنیادی عقائد کے خلاف تصور کیا گیا ہو۔"

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کی تعلیمات بھی رنگ و نسل اور ذات پات سے بالاتر ہیں۔ دین اسلام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور تکریم کا درس دیتا ہے۔ اس کی جامع اور منفرد تعلیمات کی وجہ سے سکھ مذہب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اپنے پیروکاروں کو بنی نوع انسان کی یکجہتی اور احترام انسانیت کا درس دیا۔ سکھ مت نے ایک ایسے انسانی معاشرے کے قیام کی اہمیت کو اجاگر کیا، جس میں خدا کی تمام مخلوق کو برابری کے حقوق حاصل ہوں اور اخوت و انسانی بھائی چارے کا احساس ہو۔ معاشرے میں ایسے اقدامات کیے جائیں جن سے انسانوں کی باہمی یکجہتی کا تصور پروان چڑھ سکے۔

سکھ دھرم میں دھوکہ وفریب:

کسی دوسرے شخص کا مال و متاع ناجائز طریقے سے ہتھیالینا دھوکہ وفریب کے زمرے میں آتا ہے۔ سکھ مت کی تعلیمات میں دھوکہ اور فریب کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ اس سے متعلق گروگرنتھ صاحب میں متعدد مقامات پر پند ونصائح موجود ہیں۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ دھوکہ کرنے والوں کو بے وقوف گردانا گیا ہے اور اسے آخرت کا خسارہ قرار دیا گیا ہے۔ گروگرنتھ صاحب، راگ آسا محلہ 5 میں مرقوم ہے:

بلو بچ کرے نہ جانے لابھے سو دھورت نہیں موڑھا

سو ارتھ تیاگ اسارتھ رچیو نہیں سمرے پربھ روڑا [5]

"دھوکہ کرنے والوں کو اپنے فائدے کا علم نہیں ہے۔ وہ خدا کے پیارے نہیں بلکہ بے وقوف انسان ہیں۔ منافع بخش اور سودمند باتوں کو ترک کر کے خسارے والی باتوں میں پھنس گئے ہیں۔ وہ خدا کی عبادت نہیں کرتے۔"

گروگرنتھ صاحب میں دھوکہ بازی کی مذمت کی گئی ہے اور اس سے باز رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اسے یوں بیان کیا گیا ہے:

ولونچ کر اُدر بھرہے مورکھ گوارا

سبھ کچھ دے رہیا ہر دیون ہارا [6]

"اے بے وقوف تو دھوکہ بازی کر کے اپنا پیٹ بھرتا ہے حالانکہ خدا رازق ہے جو ہر ایک کو سب کچھ دے رہا ہے۔"

---

4 Surindar Singh Kohli, Prof. The Sikh Philosophy, (Amritsar : Singh Brothers, 1992), 56.

5 Guru Granth Sahib, Raga Sarang Mahala 5, 1221.

6 Ibid, Raga Asa Mahala 5, 461.

دھوکہ وفریب ایک معاشرتی برائی ہے جو کہ مزید سماجی برائیوں کو جنم دینے کا باعث بنتی ہے۔ فی زمانہ اس کی متعدد عملی صورتیں ہیں۔ اسلام ان تمام ممکنہ صورتوں کی مذمت کرتا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی طرح سکھ مذہب بھی دھوکہ وفریب کی سخت ممانعت کرتا ہے۔ دھوکہ وفریب کرنے والے کو بے وقوف گردانا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نہ صرف دنیا میں اپنے آپ کو رسوا کرتا ہے بلکہ یہ آخرت میں بھی خسارے کا باعث ہے۔ رزق دینے والا تو خدا ہے؛ دھوکہ باز اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

سکھ مت میں چوری اور ڈاکہ کا تصور:

کسی دوسرے شخص کی کسی چیز کو اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر اٹھا لینا چوری اور اس سے زبردستی چھین لینا ڈاکہ کہلاتا ہے۔ سکھ مت کی اخلاقی اقدار میں یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے۔ گرو گرنتھ صاحب میں متعدد مقامات پر اس کی مذمت کی گئی ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ چوری کو دنیا و آخرت کا خسارہ قرار دیتے ہوئے گرونانک گرو گرنتھ صاحب میں بیان کرتے ہیں:

کر چوری میں جال کچھ لیا تال من بھلا بھائیا

ہلت نہ سوبھا پلت نہ ڈھوئی ابلا جنم گوائیا۔ [7]

"دوسروں کا مال چوری کرنے کی طرف مائل نہ ہو۔ چور سرقہ کے ذریعے مال حاصل کرکے بہت خوش ہوتا ہے، لیکن اس کی یہ خوشی جز وقتی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی دنیا و آخرت خراب ہو رہی ہے اور زندگی رائیگاں جا رہی ہے۔"

سکھ مت کی تعلیمات میں چوری کو حرام خوری اور گناہ کا کام تصور کیا گیا ہے۔ چوری کرنے والا کبھی مطمئن نہیں ہوتا۔ مال حاصل کرنے کی اس کی یہ خوشی بھی عارضی ہوتی ہے۔ معاشرے میں برائی پھیلانے والے اور لوگوں کو دکھ دینے والوں کا انجام بھیانک ہوتا ہے۔ وہ خود بھی کبھی راحت و سکون کی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ چوری ایک ظلم ہے اور گرنتھ صاحب میں اسے حرام خوری کہا گیا ہے۔ جپ جی میں بابا نانک فرماتے ہیں:

اسنکھ چو حرام خور اسنکھ امر کر جاہیں زور

اسنکھ گل وڈھ ہتیا کماہیں اسنکھ پاپی پاپ کر جاہیں [8]

"بے شمار لوگ زور اور طاقت سے دوسروں پر اپنا حکم چلاتے ہیں اور بے شمار لوگ چوریاں کرکے حرام خوریاں کرتے ہیں۔ بے شمار لوگ گناہ کماتے ہیں اور دوسروں کے گلے کاٹتے ہیں۔"

اسلام کی رو سے چوری اور ڈاکہ حدود میں شامل ہیں۔ جس کے لیے شرعی سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ اگر چوری یا حرابہ موجب حد نہ ہو تو پھر تعزیری سزا تجویز کی جاتی ہے۔ سکھ مذہب بھی چوری و رہزنی کو ناپسندیدہ عمل قرار دیتا ہے۔ اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے اس سے اجتناب کی تلقین کرتا ہے۔ سارق یا محارب مال مفت حاصل کرکے عارضی طور پر خوشی کا اظہار کرتا ہے لیکن اس کی یہ خوشی دائمی نہیں ہوتی۔ وہ ہر وقت اک

---

7 Guru Granth Sahib,, Raga Gauri Mahala 1, 155.

8 Ibid, Jap Ji, 4.

انجانے خوف میں مبتلا رہتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنی دنیا و آخرت کو بھی رائیگاں کر دیتا ہے۔ ایسا شخص بظاہر لوگوں سے چھپ کر مجرمانہ فعل کا ارتکاب کرتا ہے لیکن وہ خالق کائنات سے اپنی حرکات و سکنات کو نہیں چھپا سکتا۔

سکھ مت میں امانت میں خیانت کا تصور:

گرو گرنتھ صاحب میں امانت میں خیانت کو ایک بدترین اخلاقی برائی کہا گیا ہے اور اس بارہ میں تعلیم دی گئی ہے کہ جس کی امانت ہو اسے ہر حال میں واپس لوٹا دینی چاہیے کیونکہ امانت میں خیانت قوموں کے اخلاقی زوال کا سبب ہے۔ گرنتھ صاحب میں خائن کو احمق قرار دیا گیا ہے۔

گرو گرنتھ صاحب میں گرو امر داس امانتوں کی ادائیگی سے متعلق رقمطراز ہیں:

پرائی امان کیوں رکھیئے دتے ہی سکھ ہوئے

وست پرائی آپ گرب کرے مورکھ آپ گنائے [9]

"دوسروں کی امانتیں ادا کرنے میں ہی بھلائی ہے۔ اس لیے انھیں ادا کر دینا چاہیے۔ اگر کوئی شخص دوسروں کی چیز کو اپنی سمجھ لے گا تو وہ پرلے درجے کا احمق ہو گا۔"

امانت میں خیانت کرنے والوں کو معاشرہ نظر حقارت سے دیکھتا ہے۔ خائن پر لوگ اعتماد نہیں کرتے۔ امانت کی پاسداری کے حوالے سے گرو گرنتھ صاحب میں ذیل تعلیمات موجود ہیں:

اگنت ساہ اپنی دے راس کھات پیت برتے اند الاس

اپنی مان کچھ بہر شاہ لیئے اگیانی من روس کریئے

اپنی پرتیت آپ ہی کھووے بہر اس کا بسواس نہ ہووے [10]

"خداوند اس ساہوکار کو بے شمار دولت عطا کرتا ہے جو خود بھی کھاتا پیتا ہے اور خوشی سے دوسروں پر بھی خرچ کرتا ہے۔ اگر کوئی دولتمند کسی شخص کو کچھ امانت دے کر واپس طلب کرے تو جاہل شخص اپنا غصہ ظاہر کرنے لگتا ہے۔ ایسا آدمی خود ہی اپنی ساکھ کو خراب کر لیتا ہے اور پھر اس پر کوئی اعتبار نہیں کرتا۔"

اگر کسی معاشرے میں امانتوں میں خیانت ہونے لگے تو افراد معاشرہ کا ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اسلامی تعلیمات میں امانت میں خیانت کو وسیع معنوں میں بیان کیا گیا ہے اور امانتوں کو ان کے اصل حقداروں کے پاس پہنچانے کا حکم ہے۔ سکھ تعلیمات میں امانت میں خیانت کو ایک بدترین اخلاقی جرم قرار دیا گیا ہے۔ خیانت معاشرے کے اخلاقی زوال کا پیش خیمہ ہے۔ خائن سماج میں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی لیے اسے احمق کیا گیا ہے ۔

---

9 Guru Granth Sahib, Raga Sarang Mahala 3, 1249.

10 Ibid, Gauri Sukhmani Mahala 5, 268.

سکھ مت میں نیاؤں (عدل و انصاف): (Justice)

سکھ مت میں آزادی کے ساتھ تمام لوگوں کو یکساں مواقع فراہم کرنے کا نام نیاؤں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے اور کسی کا استحصال نہ ہو۔ سکھ مذہب میں انصاف کو مختلف زاویوں سے بیان کیا جاتا ہے اور یہ اپنے ذاتی اثرات اور معاشرتی تعلقات کے لحاظ سے ایک اہم خوبی سمجھی جاتی ہے۔

گلا اُپر تپاوس نہ ہوئی وِس کھادھی تتکال مر جائے

بھائی ویکھو نیاؤں سچ کرتے کا جیہا کوئی کرے تیہا کوئی پائے [11]

"انصاف کا دارومدار محض الفاظ پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ اگر کوئی زہر کھاتا ہے تو وہ مر جاتا ہے۔ اے لوگو جو مقدر کو مانتے ہو سچے خالق کا انصاف ملاحظہ کرو۔ جس طرح لوگوں کے اعمال ہوں گے اسی کے مطابق بدلہ پائیں گے۔"

نیاؤں کی خوبی کا ایک پہلو یہ ہے کہ سکھ دھرم ذات پات کے نظام کو مسترد کرتے ہوئے مساوات کو یقینی بنانا چاہتا ہے۔ کیونکہ سکھ گروؤں نے اس بات کو پہچان لیا تھا کہ معاشرتی مساوات کے بغیر انصاف بے معنی ہے۔ انصاف کی دوسری خوبی دوسروں کے حقوق کا احترام کرنا اور دوسروں کا استحصال نہ کرنے پر مشتمل ہے۔ سکھ دھرم کے مطابق دشمن کے بچوں اور عورتوں کی عزت کی حفاظت کے لئے سخت ہدایات جاری کیں۔ صرف محبت ہی خدا کے گھر میں داخل ہونے کی رہنمائی کرسکتی ہے۔ ڈاکٹر سکھبیر سنگھ اپنی تصنیف میں رقمطراز ہیں:

"The Sikh Gurus spoke very strongly against the explotation of one by the other. They forbade Sikhs to plunder even enemy's property."[12]

"سکھ گروؤں نے کسی بھی شخص کے ساتھ زیادتی کی صورت میں سخت زبان میں بات کی۔ انھوں نے سکھوں کو کسی شخص کی جائیداد غبن کرنے سے منع کیا، چاہے وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو۔"

عدل و انصاف پر ہی پوری دنیا کا نظام موقوف ہے۔ اگر عدل و انصاف ختم ہو جائے تو ہر طرف ظلم و بربریت کا دور دورہ ہو اور نظام دنیا درہم برہم ہو جائے۔ اللہ تمام معاملات میں عدل و انصاف کا حکم دیتا ہے۔ سکھ مذہب بھی نیاؤں (عدل و انصاف) کی اہمیت کا قائل ہے۔ گرنتھ صاحب کی تعلیمات کے مطابق دنیا میں کسی بھی انسان کا استحصال نہیں ہونا چاہیے اور بنی نوع انسان کو مساوات کی بنیاد پر حقوق میسر ہوں۔ سب سے بڑا منصف خالق کائنات ہے جو لوگوں کے درمیان ان کے اعمال کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

سکھ مت میں سود خوری:

سکھ دھرم میں سود خوری کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ بالخصوص خورد و نوش کی اشیاء خریدنے کی غرض سے لیے جانے والے قرض پر بیاج (سود) لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔ سودی تجارت کرنے والے لوگ حقیقی خوشی سے محروم رہتے ہیں۔

---

11 Ibid, Var Gauri Mahala 4, 308.

12 Sukhbir Singh Kapoor Dr., The Sikh Religion and the Sikh People (Delhi: Hemkunt Publishers, 2011), 163.

سود کی صورت میں اگر انھیں کچھ نفع حاصل ہو جائے تو کچھ دیر کے لیے خوشی محسوس کرتے ہیں لیکن اگر وہ گرو صاحبان کی تقلید کرتے تو دائمی خوشیاں ان کا مقدر بن جاتیں۔ بابا نانک بیان کرتے ہیں:

نت سودا سود کیجے بہہ بھانت کر مائیا کے تائی

جا لاہا دے تاں سُکھ منے توٹے مرجائی

جوگن سانجھی گورسیوں کرے نت نت سکھ پائی [13]

"جو لوگ ہمیشہ سود وغیرہ سے سودے کرتے ہیں اگر انھیں اس میں سے کچھ نفع حاصل ہو تو بہت خوش ہوتے ہیں اور اگر انھیں کچھ نقصان ہو جائے تو غم سے نڈھال ہو جاتے ہیں۔ اگر ایسے لوگ گرو صاحبان سے خوبیوں میں اشتراک عمل کرتے تو انھیں دائمی خوشی حاصل ہوتی۔"

گرنتھ صاحب کی تعلیمات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے اظہار لاتعلقی کرنا چاہیے جو سود در سود تجارت کرتے ہیں۔ جیسا کہ گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:

موہے ایسے بنج سیوں نہیں کاج

جے گھٹے مول نت بڑھے بیاج [14]

"ایسے تاجروں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہیے جس میں مول تو کم ہو جائے لیکن سود مسلسل بڑھتا جائے۔"

اسلام میں باقاعدہ طور پر سود کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ کہا گیا ہے۔ سکھ دھرم میں بھی سود کو ناپسند کیا گیا ہے اور اسے عارضی نفع کہا گیا ہے۔ گرو گرنتھ صاحب میں لوگوں کو نصیحت کی گئی ہے کہ اگر عارضی فائدے کے عوض گرو صاحبان والی خوبیاں اختیار کی جائیں یعنی سودی لین دین نہ کیا جائے تو آخرت کی دائمی خوشیوں کے مستحق قرار پائیں۔ جو تاجر سود کا کاروبار کرتے ہیں ان سے تعلقات منقطع کرنے کی ہدایات ملتی ہیں۔

سکھ مت میں رشوت ستانی کا تصور:

کسی بھی معاشرے میں رشوت خوری ایک ایسی اخلاقی برائی ہے؛ جس سے پورے معاشرے کا امن و سکون تباہ ہو جاتا ہے۔ دنیا کے کم و بیش تمام مذاہب میں رشوت خوری کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ یہ معاشرتی بگاڑ کا سبب ہے۔ بسا اوقات انصاف کی کرسیوں پر بیٹھنے والے اور رب کے نام کا مراقبہ کرنے والے لوگ بھی اس برائی سے محفوظ نہیں رہ پاتے۔ گرو گرنتھ صاحب میں بھی اس اخلاقی برائی کی پرزور مذمت کی گئی ہے:

قاضی ہوئے کے بہے نیائے پھیرے تسبی کرے خدائے

---

13 Guru Granth Sahib, Raga Gauri Mahala 1, 166.

14 Guru Granth Sahib, Raga Basant Kabir, 1195.

وڈھی لے کے حق گوائے جے کو پچھے تاں پڑھ سنائے [15]

"قاضی بن کر اگر کوئی انصاف کرنے بیٹھتا ہے اور تسبیح پھیر کر خدا تعالیٰ کو یاد بھی کرتا ہے۔ اس کے باوجود وہ رشوت لے کر حق تلفی بھی کر دیتا ہے۔ اگر کوئی اس سے اس کی وجہ پوچھتا ہے تو وہ فتوے پڑھ کر سنا دیتا ہے۔"

خدا کی حقیقی معرفت کا ادراک حاصل کرنے کے لیے صحیح علم کی ضرورت ہے اور اہل علم خدا کی معرفت حاصل کر کے رشوت خوری جیسی اخلاقی برائیوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ جاہل لوگ رشوت لے کر جھوٹی گواہی دینے کے لیے بھی تیار ہو جاتے ہیں۔ بابا نانک فرماتے ہیں:

پڑھے من مکھ پر بِدھ نہیں جانا نام نہ بوجھے بھرم بھلانا

لے کے وڈھی دین اگاہی درمت کا گل پھاہا ہے [16]

"من مکھ انسان علم حاصل تو کرتا ہے لیکن اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔ خدا کی پہچان سے محروم رہتا ہے اور بھرم میں پڑ کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ رشوت لے کر جو لوگ گواہی دیتے ہیں ان کی گردنوں میں جہالت کا پھندا ہے۔"

رشوت ستانی ایک ناسور ہے جو بدامنی پھیلانے، ظلم کا بازار گرم کرنے اور معاشرتی بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ دنیا کے تمام مہذب معاشرے اس کو ایک اخلاقی برائی تصور کرتے ہیں۔ سکھ مذہب بھی اس قبیح فعل کی بھرپور مذمت کرتا ہے۔ انصاف کی کرسیوں پر بیٹھنے والے لوگ اگرچہ خدا کا ذکر کرتے ہیں لیکن رشوت کے عوض لوگوں کا حق بھی غصب کرتے ہیں۔ رشوت لے کر جھوٹی شہادت دینے والے خدا کے حقیقی ادراک سے محروم رہتے ہیں۔

سکھ مت میں غیر مردوں و عورتوں کا باہمی اختلاط:

سکھ مذہب میں غیر مردوں اور غیر عورتوں کے باہمی میل جول اور اختلاط کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ اس کی قباحتیں وضاحت کے ساتھ بیان کر کے مذمت کی گئی ہے۔ کیونکہ باہمی اختلاط کا نتیجہ ہلاکت نکلتا ہے۔ لہٰذا اس بارہ میں گرو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:

پر دھن پردارا پرنندہ ان سیوں پریت نوار

چرن کول سیوں روانتر گور پورے کے آدھا [17]

"دوسروں کے مال، غیر عورتوں سے میل جول اور لوگوں کی بے جا مخالفت ترک کر دو اور اپنے دل میں صرف خدا کی عظمت و محبت کو جگہ دو۔"

سکھ مت میں نامحرم عورتوں سے میل جول نہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ غیر محرم عورتوں کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے والوں کو گناہ گار کہا گیا ہے۔ یہ بھٹکے ہوئے لوگ ہیں، جو اس کی سزا آخرت میں پائیں گے۔ گرو گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:

من مکھ بھولے جم کی کان

---

15 Ibid, Raga Ramkali Mahala 1, 951.

16 Ibid, Raga Maru Mahala 1, 1032.

17 Guru Granth Sahib, Raga Asa Mahala 5, 379.

پر گھر جو ہچھے ہانے ہان [18]

"من مکھ لوگ صراط مستقیم کو بھول جاتے ہیں اور وہ موت کے فرشتوں کے محتاج ہوتے ہیں (یعنی موت کے فرشتے انہیں سزا دیتے ہیں)۔ وہ غیر عورتوں کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں انہیں خسارے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔"

سکھ مذہب میں نامحرم مرد وعورت کے باہمی اختلاط کو سخت ناپسند کیا گیا ہے اور اس کی قباحتیں وضاحت سے بیان کی گئی ہیں۔ دوسرے لوگوں کے مال، غیر عورتوں کے میل جول اور دوسرے لوگوں کی بے جا مخالفت کرنے اور اپنے دل میں صرف خدا تعالیٰ کی عظمت و محبت کو جگہ دینے کی تلقین کی گئی ہے۔ سکھ تعلیمات کے مطابق غیر محرم عورت کو مٹھاس میں لپٹا ہوا زہر قرار دیا گیا ہے اور ان سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ بظاہر غیر محرم عورت مرد کو بھلی معلوم ہوگی لیکن اسے میل جول کا نتیجہ ہلاکت کی صورت میں برآمد ہوگا۔ بابا فرید جی رقمطراز ہیں:

فریدا ایہہ وس گندلاں دھریاں کھنڈ لواڑ

اک راہے دے رہ گئے اک رادھی گئے اجاڑ [19]

"فرید جی کہتے ہیں کہ غیر محرم عورتیں مردوں کے لیے کھانڈ میں لپٹی ہوئی زہر کی گندلیں ہیں۔ بعض لوگ تو ان گندلوں کو بوتے بوتے رہ گئے یعنی ان سے تعلقات قائم کرتے کرتے ان میں غرق ہو گئے۔ بعض بو کر اجاڑ گئے ہیں یعنی انھوں نے بالکل علیٰحدگی اختیار کر لی ہے۔"

اسلام میں کسی بھی معاشرتی معاملے میں تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر احکامات کا نفاذ کیا جاتا ہے۔ مرد وزن کے باہمی اختلاط سے متعلق بھی شریعت اسلامیہ نے سد الذرائع کے فلسفہ کے تحت مرد وعورت کو ایک خاص حدود وقیود کا پابند بنایا ہے تاکہ برائی کی طرف جانے والے تمام راستوں کو ہی بند کر دیا جائے۔ اسی طرح سکھ مذہب میں بھی غیر مرد وعورت کے مختلط ہونے کو قباحت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ ان کے باہمی اختلاط کو زہر قاتل سے تشبیہہ دی گئی ہے اور اسے من مکھ لوگوں کا شیوہ کہا گیا ہے۔ غیر مرد وعورت کے باہمی میل کا نتیجہ دنیا و آخرت میں ہلاکت ہے۔

سکھ مت میں گداگری کا تصور:

تمام دنیا کے نظام اخلاقیات میں بھیک مانگ کر بسر اوقات کرنے والے انسان کو ناپسند کیا گیا ہے۔ سکھ مت کی تعلیمات میں بھی دوسروں کے آگے غیر ضروری طور پر دست سوال کرنے کو معیوب خیال کیا گیا ہے۔ انسان سے مانگنا ذلت و رسوائی کا سبب ہے اور انسان کی بربادی کی علامت ہے۔ ایسے انسان کی زندگی کا مقصد بے کار ہے۔ نویں گرو تیغ بہادر گرنتھ صاحب میں اسے یوں بیان کرتے ہیں:

مانس جنم اکارتھ کھووت لاج نہ لوک ہسن کی

---

18 Ibid, Raga Ramkali Mahala 5, 941.

19 Ibid, Shalook Farid, 1379.

نانک ہر جس کیوں نہیں گاوت کُمت بِناسے تن کی [20]

"جو لوگ دوسروں کے دروازوں پر جا کر ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنی عزت نفس گنوا بیٹھتے ہیں۔ ان کی زندگی رائیگاں ہے۔ اے نانک وہ اپنے ہاتھ سے محنت کر کے روزی کیوں نہیں کماتے۔"

گرو گرنتھ صاحب کی تعلیمات کے مطابق انسان کو صرف خدائے واحد کی پرستش کرنی چاہیے اور اسی کے سامنے اپنی حاجات پیش کی جائیں۔ وہی ذات سب کو دینے والی ہے۔ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے تو زندگی برباد ہو جاتی ہے اور انسان کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے۔

گرو گرنتھ صاحب میں گرو ارجن اس طرح رقمطراز ہیں:

مانگو رام تے سب تھوک

مانکھ کو جاچت سرم پایئے

پربھ کے سمرن موکھ [21]

"خدا سے مانگنے سے انسان کو سب ملتا ہے، انسان سے سوال کرنے پر صرف خواری ہی ملتی ہے۔ نجات تو صرف خدا کی عبادت سے ملتی ہے۔"

بنی نوع انسان ایک اشرف مخلوق ہے اور کسی اشرف کا کشکول گدائی کا عادی ہونا، انسانی عظمت کے خلاف ہے۔ اسلامی تعلیمات میں گداگری کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ سکھ مت میں بھی گداگری کو معیوب تصور کیا گیا ہے۔ کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا انسان کی عزت نفس مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ جبکہ اس کے برعکس سکھ دھرم ہاتھ سے محنت کر کے روزی کمانے والے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ خدا وحدہ لاشریک کی بندگی اختیار کرنا اور اپنی حاجات وضروریات کو اسی کے سامنے پیش کرنا سکھ دھرم کی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔

سکھ مت میں حرام خوری کا تصور:

سکھ تعلیمات میں حرام خوری کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے اور اسے ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے۔ حرام خور ہمیشہ برائیوں میں مبتلا رہتے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے رب سے دور ہو جاتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کسی وجہ سے ان پر اپنی عنایت کر دے تو وہ روحانی تسکین پاتے ہیں۔ جیسا کہ گرو ارجن دیو گرنتھ صاحب میں بیان کرتے ہیں:

حرام کھور نرگن کو توٹھا

من تن سیتل من امر تو ووٹھا [22]

"حرام خور اور برائیوں میں مبتلا لوگوں پر اگر خدا تعالیٰ مہربانی کر دے تو ان کے تن من کو تسکین حاصل ہو جاتی ہے۔"

---

20 Guru Granth Sahib, Raga Asa Mahala 9, 411.

21 Ibid, Raga Dhanasari Mahala 5, 682.

22 Guru Granth Sahib, Raga Bhairon mahala 5, 1142.

حلال کھانا انسانی فطرت کا خاصا ہے لیکن وہ لوگ جن کا تعلق ایسے گروؤں سے ہو جو روحانی طور پر اندھے ہوں تو وہ حلال و حرام میں تمیز نہیں کر پاتے۔ جس کے نتیجے میں حرام اشیاء کا استعمال کرتے ہیں اور حلال چیزوں سے اجتناب کرتے ہیں۔ گرونانک انسانوں کو گرو کے انتخاب میں محتاط ہونے کی نصیحت کرتے ہوئے انھیں حلال و حرام میں امتیاز کرنے کی بھی تلقین کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ابکھ بھکھے بھکھ تج چھوڑہ

اندھ گرو جن کیرا [23]

"جن لوگوں کا گرو اندھا ہوتا ہے؛ وہ حرام چیزیں کھاتے ہیں اور حلال چیزوں سے نفرت کرتے ہیں۔"

انسان ایک اشرف مخلوق ہے، جسے اپنے رزق کے حصول میں اپنے فہم و ادراک کا صحیح استعمال کرنا چاہیے۔ لیکن جو لوگ حرام خوری میں ملوث ہو جائیں تو ان کی یہ عادت پختہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ حرام خور نہ صرف قلبی و ذہنی سکون سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ وہ مختلف دکھوں، تکلیفوں اور مصیبتوں میں بھی گرفتار ہو جاتا ہے۔ تیسرے گرو امر داس گرنتھ صاحب میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

میل کھائے پھر میل ودھائے

من مکھ میل دکھ پاونیا [24]

"جو لوگ حرام کھاتے ہیں، وہ حرام کاری میں اضافہ کرتے ہیں۔ گمراہ لوگ حرام کاری میں پھنس کر دکھ اٹھاتے ہیں۔"

انسانی معاشرے میں ہر طبقہ اپنے معاشی استحکام کے لیے دوسرے طبقے کا استحصال کرتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ کے لالچ میں وہ حلال و حرام میں کوئی تمیز برقرار نہیں رکھتا۔ اسے جائز و ناجائز ذرائع سے جو کچھ میسر آتا ہے؛ کھانے کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ گرو ارجن دیو گرنتھ صاحب میں اسی بات کو یوں بیان کرتے ہیں:

لوبھی جنت نہ جائی

بھکھ ابھکھ سبھ کھائے [25]

"لالچی انسان حرام اور حلال میں کوئی تمیز نہیں کرتا بلکہ ہر چیز کھا جاتا ہے۔"

اسلام حرام خوری کے جملہ ذرائع کی مذمت کرتا ہے اور جو چیزیں شریعت میں حرام قرار دی گئی ہیں ان سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی طرح سکھ تعلیمات میں بھی حرام خوری کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ حرام خوری انسان کے دکھوں میں اضافے کا موجب ہے۔ حرام خوری سے بچنے کے لیے ایک اچھے گرو کی ارادت ضروری ہے اور جن لوگوں کا گرو روحانی طور پر نابینا ہو تو وہ حلال و حرام میں امتیاز کرنے سے قاصر رہیں گے۔

---

23 Ibid, Var Malhar Mahala 1, 1290.

24 Ibid, Raga Majh Mahala 3, 121.

25 Guru Granth Sahib, Sri Rag Mahala 5, 50.

سکھ مت میں رہبانیت کا تصور:

مذاہب عالم میں بیشتر مذاہب کی تعلیمات رہبانیت سے پرہیز پر مبنی ہیں اور تجرد کو ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھا گیا ہے۔ تجرد اور انقطاع عن الدنیا کو سکھ مذہب میں بھی ناپسند کیا گیا ہے۔ مخلوق خدا کا سہارا بننا، مساکین کی دستگیری کرنا اور دنیا کی تزئین و تہذیب کے لیے تفکر کرنا ہی اصل انسانیت ہے۔ گرو گرنتھ صاحب میں ان چیزوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ جبکہ ہندو مت کی تعلیمات کے مطابق شادی کے بغیر زندگی گزارنا ایک مقدس طریقہ تصور کیا جاتا ہے۔ ہندو مت کی مجرد رہنے کی تعلیمات کو گرو گرنتھ صاحب میں بیان گیا ہے اور ان کی تردید کی گئی ہے:

بند راکھ جوتریئے بھائی کھسرے کیوں نہ پرم گت پائی

کہہ کبیر سنو نر بھائی رام نام بن کن گت پائی [26]

"اگر مجرد رہنے سے نجات مل سکتی تو پھر ہیجڑے کیوں نجات حاصل نہیں کرتے۔ کبیر جی کہتے ہیں اے لوگو! یہ بات سن لو خدا کی عبادت کے بغیر کوئی انسان نجات نہیں پا سکتا۔"

سکھ تعلیمات میں بھی رہبانیت کی نفی کی گئی ہے۔ کسی خاتون کا شوہر کے بغیر زندگی گزارنا ناپسند کیا گیا ہے۔ عورت کا شادی شدہ ہونا ایک عزت کی علامت سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ گرو گرنتھ صاحب میں گرو ارجن دیو بیان کرتے ہیں:

استری روپ چیری کی نیائی

سوبھ نہی بن بھر تارے [27]

"کسی بھی عورت کا بغیر خاوند کے رہنا اس کے لیے قابل عزت نہیں ہو سکتا۔"

رہبانیت دراصل اپنی اخلاقی اور معاشرتی ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرنے کا نام ہے۔ دین اسلام رہبانیت کی نفی کرتا ہے۔ دنیا میں زندگی بسر کرتے ہوئے اقامت دین کے لیے کوشش کرنا اور دنیا سے فتنہ و فساد اور ظلم کا خاتمہ کرنا ہی اسلامی تعلیمات کا خاصہ ہے۔ سکھ مت میں بھی تجرد اور انقطاع دنیا کو سخت ناپسند کیا گیا ہے۔ دکھی انسانیت کی خدمت اور دستگیری ہی معراج انسانیت ہے۔ مجرد ہونا کبھی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا بلکہ نجات کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔

سکھ مت میں سماجی رسومات:

گرو گرنتھ صاحب میں سکھ گرو صاحبان کے زمانہ کی گھریلو زندگی کی منظر کشی کی گئی ہے اور اس دور کی شادی بیاہ کی مروجہ سماجی رسومات کو بیان کیا گیا ہے۔ جس سے گرو صاحبان کے زمانہ کی عائلی زندگی کے متعدد اہم پہلوؤں سے شناسائی حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں مروجہ قبیح رسومات کی مذمت بھی بیان کی گئی ہے۔ ان رسومات میں منگنی کی رسم، شادی کی تاریخ مقرر کرنے کی رسم، شادی کے گیت گانا، جہیز کی رسم، دلہا کا گھوڑی پر

---

26 Ibid, Raga Gauri Kabir, 324.

27 Ibid, Raga Malhar 5, 1268.

سوار ہونا، دلہن کا ڈولی میں بیٹھ کر سسرال جانا، دلہن کی رخصتی، بچپن کی شادی، پردے کی رسم، تعدد ازدواج، ساس بہو کا جھگڑا، خاوند کی فرمانبرداری اور دیگر کئی رسوم شامل ہیں۔

1۔ منگنی کارواج:

شادی بیاہ کی رسومات میں گرنتھ صاحب میں رسم منگنی کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سکھ گروصاحبان کے زمانہ میں شادی سے پہلے منگنی کارواج بھی موجود تھا۔ جسے کڑمائی کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ منگنی کی رسم کی تکمیل کے لیے ایک سمدھی کا دوسرے سمدھی کے گھر جانا مرقوم ہے۔ گورمکھی زبان میں کڑم سے مراد لڑکے اور لڑکی کے والد ہیں۔ جیسا کہ گرنتھ صاحب میں مرقوم ہے:

ست سنتوکھ کر بھاؤ کڑم کڑمائی آئیابل رام جیئو

سنت جناں کر میل گوربانی گاوائیا بل رام جیئو 28

"دلہن کو محبت وسچائی اور اطمینان سے آراستہ کیا گیا ہے۔ اس کا گروباپ اسے اپنے شوہر کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے کے لیے آیا ہے۔ عاجز سنتوں کے ساتھ شامل ہو کر، میں گوربانی گاتاہوں۔"

2۔ لگن سگن:

شادی بیاہ کے رسوم ورواج میں لگن سگن کو کافی اہمیت حاصل تھی۔ لوگ شادی بیاہ کی تاریخ مقرر کرنے سے پہلے کسی جوتشی یا پنڈت سے شادی کا دن اور تاریخ دریافت کرتے تھے۔ جس دن پنڈت یا جوتشی شادی کا دن مناسب خیال کرتے تو شادی بیاہ کی وہی تاریخ مقرر کر دی جاتی۔ گرو گرنتھ صاحب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ سکھ گروصاحبان لگن سگن کے قائل نہ تھے بلکہ اس رسم کو نامناسب سمجھتے تھے۔ خاص طور پر گرو نانک اس رسم کو فرسودہ گردانتے تھے۔ جیسا کہ آپ گرو گرنتھ صاحب میں فرماتے ہیں:

ساہا گنہے نہ کرہے بے چار ساہے اوپر ایک نکار

جس گور ملے سوئی بدھ جانے گور مت ہوئے تاں حکم پچھانے

جھوٹھ نہ بول پانڈے سچ کہیئے ہومے جائے شبد گھر نہیئے 29

"تم اچھے دنوں کا حساب لگاتے ہو لیکن سمجھتے نہیں ہو کہ خالق واحد ان ایام سے بالاتر ہے۔ وہ تنہا ہی جانتا ہے جو گرو سے ملتا ہے۔ جب کوئی شخص گرو کی تعلیمات کی پیروی کرتا ہے تب اسے خدا کے حکم کا احساس ہوتا ہے۔ اے پنڈٹ جھوٹ مت بولو اور اے دینی عالم سچ کہو۔ جب کلام الٰہی کے ذریعے انانیت کا قلع قمع ہو جاتا ہے، تب کوئی اپنا اصل گھر پاتا ہے۔"

گرونانک صاحب لگن سگن کی رسم کو فضول قرار دیتے ہیں کہ یہ رسم انسان کے خدا تعالیٰ پر توکل کو کمزور کرتی ہے۔ خدا پر ہر حال میں بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ ہر طرح کے لگن سگن سے بالاتر ہے۔

---

28 Guru Granth Sahib, Raga Suhi Mahala 4, 773.

29 Guru Granth Sahib, Raga Ramkali Mahala 1, 904.

3۔ جہیز کا رواج:

گرو گرنتھ صاحب میں شادی بیاہ کے وقت لڑکیوں کو جہیز دینے کے رواج کا تذکرہ ملتا ہے۔ اس زمانے میں عمومی طور پر لوگ جہیز کی اشیاء کی نمود و نمائش کرتے تھے اور امراء ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے جہیز کی رسم ادا کرتے تھے۔ گرو گرنتھ صاحب میں جہیز کی رسم کی مذمت بیان کی گئی ہے اور اسے ناپسند کیا گیا ہے۔ چوتھے گرو رام داس جی گرنتھ صاحب میں رقمطراز ہیں:

ہر پربھ میرے بابلا ہر دیوہ دان میں داجو
ہر کپڑو ہر سوبھا دیوہ جت سورے میرا کاجو
ہرہر بھگتی کاج سہیلا گور ست گور دان دوائیا
کھنڈ ور بھنڈ ہر سوبھا ہوئی ایہہ دان نہ رے رلائیا [30]

"اے میرے والد! مہربانی فرما کر مجھے شادی کے تحفے اور جہیز میں خداوند کا نام عنایت کر دیں۔ مجھے شادی کے جوڑے کے طور پر مالک کائنات کا نام دے دیں جو میری شان اور میرے تمام کاموں کی تکمیل کے لیے کافی ہو۔ خدا تعالیٰ کی عقیدت کے ساتھ عبادت نے اس تقریب کو خوشگوار اور خوبصورت بنا دیا ہے اور یہ تحفہ سچے گرو نے دیا ہے۔ پوری کائنات میں رب کا جلال وسیع ہے۔ یہ تحفہ تمام لوگوں کے درمیان منتشر ہونے کی وجہ سے کم نہیں ہوتا۔"

گرو گرنتھ صاحب کے درج بالا شبد میں جہیز کو معاشرے میں ایک دکھلاوے کی رسم قرار دیا گیا ہے اور اسے من مکھ لوگوں کا طریقہ کہا گیا ہے۔

4۔ رخصتی:

رخصتی کے موقع پر دلہن کی ماں اپنی بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے زار و قطار روتی ہے۔ جبکہ دلہا اور دلہن بہت خوش ہوتے ہیں کہ ان کا آپس میں محبت کا رشتہ قائم ہو چکا ہوتا ہے۔ دلہا اور دلہن کے دل میں خوشی اور محبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ گرو نانک بیان کرتے ہیں:

مائے نراسی روئے وچھنی بالی بالے ہیتے
نانک ساچ شبد سُکھ محلی گر چرنی پربھ چیتے [31]

"ماں درد سے کراہ رہی ہے جبکہ درختوں کے پتے یہ منظر دیکھ رہے ہیں کہ دلہا اور دلہن محبت میں ہیں۔ اے نانک خدا کی موجودگی کا احساس سچے کلام الٰہی کے ذریعے ہوتا ہے۔ دلہن گرو کے نقش پاء متبرک سمجھ کر اپنے دماغ میں محفوظ کر لیتی ہے۔"

5۔ شادی بیاہ کی رسومات کا عوضانہ:

سکھ گرو صاحبان کے دور میں شادی کی رسومات ادا کرنے کے لیے پنڈت اجرت وصول کرتے تھے اور بغیر اجرت وصول کیے وہ ان رسومات کو سرانجام نہیں دیتے تھے۔ گرو گرنتھ صاحب میں شادی بیاہ کی رسومات ادا کرنے کی اجرت وصول کرنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

---

30 Ibid, Sri Rag Mahala 4, 79.

31 Guru Granth Sahib, Raga Suhi Chhanat Mahala 1, 763.

سکھ گرو صاحبان نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ راگ سوہی میں گرو نانک بیان کرتے ہیں:

لے بھاڑے کرے ویاہ کڈھ کاگل دسے راہ

سن ویکھ لوکا ایہہ وڈان من اندھا ناؤ سجان [32]

"وہ شادی بیاہ کرانے پر معاوضہ لیتا ہے اور وہ ان کا زائچہ پڑھ کر انہیں راستہ دکھاتا ہے۔ اے لوگو! یہ ایک حیرت انگیز چیز ہے۔ وہ ذہنی طور پر اندھا ہے اور پھر بھی اس کا نام گیانی ہے۔"

6۔ بچپن کی شادی:

سکھ مذہب کے ابتدائی زمانے میں چھوٹے بچوں کی شادیوں کا رواج تھا۔ سکھ گرو صاحبان نے ایسی شادیوں کو سخت ناپسند کیا ہے اور بتلایا ہے کہ بچہ جب شادی کی ذمہ داریاں نبھانے کے قابل ہو جائے تب اس کی شادی کرنی چاہیے۔ چنانچہ گرنتھ صاحب میں مذکور ہے:

پیو کڑے دھن کھری ایانی تس سہ کی مے سار نہ جانی

سہ میرا ایک دوجا نہیں کوئی ندر کرے میلاوا ہوئی [33]

"اس دنیا میں اپنے باپ کے گھر میں، میں بہت کم عمر روحانی دلہن ہوں۔ مجھے اپنے شوہر کی اہمیت کا احساس نہیں تھا۔ میرے شوہر جیسا دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اگر وہ مجھے اپنی نظروں سے نواز دے تو میں اس سے ملاقات کروں گی۔"

گرو گرنتھ صاحب میں گرو نانک بچپن کی شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ایانی بالی کیا کرے جاں دھن کنت نہ بھاوے

کرن پلاہ کرے بہتیرے سادھن محل نہ پاوے [34]

"بے وقوف جوان دلہن کیا کر سکتی ہے اگر وہ اپنے شوہر کو پسند نہیں کرتی۔ وہ متعدد بار التجائیں تو کر سکتی ہے لیکن ایسی دلہن خدا کی موجودگی کا ادراک حاصل نہیں کر سکتی۔"

7۔ ساس بہو کا جھگڑا:

شادی کے بعد عموماً ہر دلہن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ آزادی سے زندگی بسر کرے۔ لیکن پنجاب کے تہذیب و تمدن میں سسرال والے اس کو غیر مناسب خیال کرتے ہیں۔ خصوصاً ساس اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ بیٹا اور بہو کلی طور پر اس کے ماتحت رہیں۔ اسی وجہ سے ساس بہو کا جھگڑا پنجاب کے تمدن کا نمایاں حصہ ہے۔ گرو گرنتھ صاحب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھگڑے سکھ گرو صاحبان کے زمانے میں بھی موجود تھے۔ جیسا کہ گرنتھ صاحب میں بابا نانک فرماتے ہیں:

ساس بُری گھر واس نہ دیوے

---

32 Ibid, Var Asa Shalook Mahala 1, 471.

33 Ibid, Raga Asa Mahala 1, 357.

34 Ibid, Raga Tilang Mahala 1, 722.

پر سیوں ملن نہ دے بُری [35]

"ساس بہت برا کر رہی ہے جو اپنی بہو کو اپنے خاوند کے ساتھ گھر میں نہیں رہنے دیتی اور اسے اپنے خاوند کے پاس جانے سے روکتی ہے۔ اس کا یہ فعل بہت برا ہے۔"

اس سلسلے میں اگر کوئی شخص ساس بہو کا جھگڑا ختم کرنے کے لیے ثالثی کا کردار ادا کرتا ہے اور اپنی بیوی کو لے کر الگ گھر میں قیام پذیر ہو جاتا ہے تو اس کی یہ علیحدگی اس کی والدہ اور دیگر عزیزوں کو ناگوار گزرتی ہے۔ جیسا کہ گرنتھ صاحب میں گرو ارجن دیو بیان کرتے ہیں:

سسو تے پر کینی واکھ دیر جٹھانی موئی دوکھ سنتاپ

گھر کے جٹھیرے کی چوکی کان پر رکھیا کینی سگھڑ سجان [36]

"خاوند جب اپنی بیوی کو لے کر الگ ہو جاتا ہے تو اس کا دیور، جٹھانی اور دیگر رشتہ دار وغیرہ اس بات کو بہت ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح ان کے نزدیک بڑوں کا ادب اور احترام ختم ہو جاتا ہے۔ عقلمند خاوند اپنی بیویوں کی حفاظت کرتے ہیں۔"

8۔ تعدد ازدواج:

سکھ مت کے ارتقاء کے آغاز میں ہندوستان میں تعدد ازدواج کا بھی رواج تھا۔ بعض سکھ گرو صاحبان کی بھی ایک سے زائد بیویاں تھیں۔ ایک سے زائد بیویوں کی موجودگی میں زیادہ فرمانبردار اور سلیقہ شعار عورت اپنے خاوند کی محبت کا زیادہ استحقاق رکھتی تھی۔ جیسا کہ راگ آسا میں گرو ارجن دیو بیان کرتے ہیں:

میٹھی آگیا پِر کی لاگی سوکن گھر کی کنت تیاگی

پریا سوہاگن سیگار کری من میرے کی تپت ہری [37]

"جو عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے تو اس کا خاوند اس کی سونت کو تیاگ دیتا ہے اور اپنی فرمانبردار بیوی کو ہار شنگار سے خوش رکھتا ہے اور اسے دلی اطمینان پہنچاتا ہے۔"

9۔ گھریلو زندگی گزارنے کی تعلیم:

گھریلو زندگی کو خوبصورت اور آرام دہ بنانے کا انحصار خاوند اور بیوی کے آپس کے تعلقات پر ہوتا ہے۔ جن خاندانوں میں میاں اور بیوی پیار و محبت سے وقت گزارتے ہیں۔ وہ خاندان امن و سکون کا گہوارہ بن جاتے ہیں جبکہ مرد و عورت کے روزمرہ کے جھگڑے پورے خاندان کے امن و سکون کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔ گرو گرنتھ صاحب میں گھریلو زندگی کو باوقار اور پر سکون بنانے کے لیے خواتین و حضرات کو نہایت عمدہ ہدایات دی گئی ہیں۔ تیسرے گرو امر داس میاں بیوی دونوں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

35 Guru Granth Sahib, Raga Asa Mahala 1, 355.

36 Ibid, Raga Asa Mahala 5, 370.

37 Ibid, Raga Asa Mahala 5, 394.

دھن پر ایہہ نہ آکھیئے ہن اکٹھے ہوئے

ایک جوت دوئے مورتی دھن پر کہیئے سوئے [38]

"میاں بیوی کا شعار صرف اس حد تک نہیں ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے رہ کر زندگی بسر کریں بلکہ ان کا اصل مقصد یہ ہے کہ وہ ایک جوت ہو کر زندگی بسر کریں۔ خواہ ان کی شکل و صورت الگ الگ ہے۔ اس کے بغیر ان کی زندگی آرام دہ نہیں ہو سکتی۔"

عورت اپنے خاوند کے ساتھ عجز وانکساری سے پیش آئے اور ہر ممکن حد تک اس کی فرمانبرداری کرے۔ جبکہ مرد کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے ساتھ محبت و شفقت کا معاملہ اختیار کرے۔ ہر دکھ اور سکھ میں اس کا ساتھ دے۔ اس طرح اہلی زندگی گزارنے سے نہ صرف وہ دنیا میں سکھ اور چین سے رہیں گے بلکہ مرنے کے بعد بھی انھیں راحت نصیب ہو گی۔

10۔ ستی کی رسم:

سکھ گرو صاحبان کے زمانہ میں ہندوؤں میں ستی کو ایک مقدس مذہبی رسم خیال کیا جاتا تھا۔ اس رسم کے تحت ہندو اپنی بیوہ ہونے والی عورت کو اس کے خاوند کی لاش کے ساتھ ہی زندہ جلا دیا کرتے تھے۔ کسی عورت کا اپنے خاوند کے مردہ جسم کے ساتھ ستی ہو جانا اس کی اپنے خاندان کے ساتھ محبت کا نمونہ تصور کیا جاتا تھا۔ سکھ گرو صاحبان نے اپنی تعلیمات میں اس قبیح رسم کا رد کیا ہے اور اسے ایک افسوس ناک عمل قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی عورت اپنے خاوند کی محبت کی وجہ سے ستی ہو کر زندہ جلتی ہے تو اسے اپنے خاوند کی وفات سے صدمہ سے ہی مر جانا چاہیے تھا اور اگر وہ یہ بڑا صدمہ برداشت کر لیتی ہے تو پھر خاوند کی وفات کے بعد عورت کا صبر و شکر کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہی اس کا ستی ہونا ہے۔ تیسرے گرو امر داس جی گرو گرنتھ صاحب میں اس رسم سے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ستیاں ایہہ نہ آکھئیں جو مڑیاں لگ جلن

نانک ستیاں جانئیں جے برہے چوٹ مرن

بھی سو ستیاں جانئیں سیل سنتوکھ رہن

سیون سائیں اپنا نت اٹھ سمہالن [39]

"وہ بیوہ عورتیں جو اپنے خاوندوں کے مرنے پر ان کی لاشوں کے ساتھ جل جاتی ہیں؛ ستیاں نہیں ہیں۔ نانک جی کے مطابق حقیقت میں وہ عورتیں ستیاں کہلانے کی مستحق ہیں جو اپنے خاوندوں کے مرنے پر ان کے صدمہ کی تاب نہ لا کر جان دے دیتی ہیں۔ نیز وہ عورتیں بھی ستیاں ہیں جو اپنے خاوندوں کے مر جانے کے بعد صبر و شکر سے زندگی بسر کرتی ہیں اور اپنا تمام وقت حقیقی مالک کی یاد میں گزارتی ہیں۔"

---

38 Guru Granth Sahib, Var Suhi Shalook Mahala 3, 788.

39 Guru Granth Sahib, Var Suhi Shalook Mahala 3, 787.

سکھ مت میں ستی کو ایک ظالمانہ رسم قرار دیا گیا ہے۔ عورت کا اپنے شوہر کی وفات پر صبر کرنا اور اپنی آئندہ زندگی کو شاکر بن کر گزارنا ہی اصل ستی ہے۔ سکھ مذہب سختی سے اس فرسودہ رسم کی مذمت کرتا ہے اور اسے انسانی عظمت کے خلاف قرار دیتا ہے۔

سماجی رسومات معاشرے کی تہذیبی روایات کی عکاس ہوتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق معاشرے میں مروج جو رسومات قرآن وسنت سے ہم آہنگ ہوں وہ اسلامی معاشرے کا حصہ ہوں گی جبکہ قرآن وسنت سے متصادم رسومات کو شریعت اسلامیہ سے خارج تصور کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں معاشرے کے ایسے رسوم ورواج جو نہ تو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوں اور نہ ہی قرآن وسنت میں ان سے متعلق واضح احکامات موجود ہوں تو ان رسوم ورواج کو اسلامی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ جو رسومات افراد معاشرہ کی منفعت میں ہوں گی اور ان سے کوئی غیر شرعی پہلو بھی نہ نکلتا ہو، ان رسوم ورواج کو معاشرہ کا حصہ بنانے میں کوئی قباحت نہیں۔

سکھ گرو صاحبان کے ابتدائی زمانہ میں جو رسومات ہندی معاشرہ میں مروج تھیں؛ ان کی ایک طویل فہرست ہے۔ ان رسومات میں وہ بھی شامل ہیں جو اسلامی اور ہندو معاشرے کی مشترکہ اقدار ہیں اور ان میں وہ رسوم ورواج بھی شامل ہیں جو صرف ہندو مت کا خاصہ ہیں۔ سکھ گرو صاحبان نے معاشرے میں مروج بری رسومات کا تذکرہ کر کے ان کی قباحت کو بیان کیا ہے۔ قبیح رسوم کو سکھ معاشرے کے لیے ناسور تصور کیا ہے۔ گرو نانک نے ہندو معاشرے کی جن رسومات سے بیزاری کا اظہار کیا ہے ان میں لگن سگن کی رسم، جہیز، شادی بیاہ کی رسومات کا عوضانہ، بچپن کی شادیاں اور ستی کی رسم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندو معاشرے میں جنم لینے کے بعد بابا نانک نے جب اسلامی معاشرے کی تہذیبی روایات کو قریب سے دیکھا تو ان قبیح رسوم ورواج سے اعلان لاتعلقی کیا اور اپنے متبعین کو ان سے بچنے کی ہدایات جاری کیں۔

سکھ مذہب میں پنر وواہ (دوسری شادی) کا تصور:

اگرچہ ہندوستان میں مروج اکثر مذاہب میں خاوند یا بیوی کی وفات کے بعد ان کا کسی دوسرے مرد یا عورت سے دوسری شادی کرنا مناسب خیال نہیں کیا جاتا تھا لیکن گرو گرنتھ صاحب میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ایسی شادیاں کرنا درست ہے اور یہ مرد وزن کا بنیادی حق ہے۔ گرو گرنتھ صاحب میں مرد حضرات کو ان کی بیویوں کے انتقال کے بعد دوسری عورتوں سے شادی کرنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ گرنتھ صاحب میں مذکور ہے:

بھنڈ مو آ بھنڈ بھالیئے

بھنڈ ہووے بندھان [40]

"اس شبد میں گرو نانک ایک بیوی کی موت کے بعد دوسری عورت سے شادی کی تلقین کرتے ہیں۔"

اسی طرح ایک عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ اپنے خاوند کی وفات کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی کر لے۔ تاکہ وہ ہمہ قسم معاشرتی برائیوں سے بچ سکے۔ بصورت دیگر معاشرے میں بگاڑ کا اندیشہ پیدا ہو جائے گا۔ گرو نانک اس معاملے میں عورتوں کو نصیحت فرماتے ہیں:

جیئو تن بدھوا پر کو دیئی

---

40 Guru Granth Sahib, Var Asa Shalook Mahala 1, 473.

کام دام چت پروس سیئی

بن پر ترپت نہ کبہوں ہوئی [41]

"بیوہ عورتوں کو برائیوں اور بدکاریوں سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے دوسری شادی کی تعلیم دی گئی ہے۔ ایک بیوہ کے لیے امن اور شانتی کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ وہ کسی مناسب مرد سے شادی کرلے ورنہ اس کی زندگی بہت تلخ ہو جائے گی۔"

خاوند ایک عورت کی عزت و عظمت ہوتا ہے۔ گرنتھ صاحب کی تعلیمات کے مطابق اس دنیا میں اپنے شوہر کے بغیر زندگی نہیں گزارنی چاہیے کیونکہ وہی اس کی عزت کا رکھوالا ہے۔ سکھ گرو صاحبان کی تعلیمات کے مطابق حالات و ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر بیوہ عورت کو دوبارہ شادی کا حق ملنا چاہیے۔ رسوم رواج کے مطابق جبراً دوسری شادی سے روکنا ایک ناانصافی اور ظلم کے مترادف ہے۔ سکھ مذہب بیوہ عورتوں کو دوسری شادی کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ سکھ مت کے ابتدائی ایام میں ہندی معاشرے میں ایک بیوہ یا مطلقہ کی دوسری شادی کو معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ اسلام کی وہ بنیادی تعلیمات جو سکھ مذہب کے معرض وجود میں آنے کا سبب بنیں، ان میں سے ایک بیوہ کا عقد ثانی بھی تھا۔ نکاح انسان کا بنیادی حق اور ضرورت ہے کیونکہ اگر کوئی معاشرہ کسی مرد یا عورت کو اس کے اس بنیادی حق سے محروم کردے تو یہ ناانصافی ہوگی جو کہ ظلم کے مترادف ہے۔ سکھ تعلیمات تمام مردوں اور عورتوں کو پنر وواہ کی اجازت دیتی ہیں۔

سکھ مذہب میں ذات پات کے نظریات:

سکھ مذہب کے ارتقاء سے قبل ہندوستان میں ہندو مذہب کی اکثریت تھی۔ ذات پات کا نظام اس قدر مستحکم تھا کہ اس کے خلاف مختلف ادوار میں اصلاحی تحریکیں جنم لیتی رہیں لیکن خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کرسکیں۔ بانی سکھ مت بھی ذات پات کے اس متعصبانہ نظام کے حامی نہ تھے۔ انھوں نے اپنی تعلیمات میں اس نظام کی نفی کی ہے۔ گرو گرنتھ صاحب میں وہ ذات پات کا رد کرتے ہوئے عزت کا معیار خدا کے ہاں مقبول اعمال کو قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اگے ذات نہ زور ہے اگے جیئو نوے

جن کی لیکھے پت پوے چنگے سیئی کیے [42]

"خدا کے ہاں ذات پات اور ورن کا کوئی سوال نہیں ہے بلکہ وہاں تو وہی معزز ہوں گے جو خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوں گے۔"

ذات و نسل پر غرور و تکبر متعدد معاشرتی بیماریوں کو جنم دیتا ہے۔ ذات پر گھمنڈ کرنا نادانوں کا شیوہ ہے کیونکہ حقیقی عزت والا وہ ہے جو خدا کی معرفت حاصل کرلیتا ہے۔ تیسرے گرو امر داس گرنتھ صاحب میں نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذات کا گرب نہ کریو کوئی برہم بندے سو براہمن ہوئی

---

41 Ibid, Raga Gauri Mahala 1, 226.

42 Ibid, Var Asa Shalook Mahala 1, 469.

ذات کا گرب نہ کر مورکھ گوارا اس گرب سے چلہ بہت وکارا [43]

"کوئی شخص اپنی ذات کا گھمنڈ نہ کرے۔ جو خدا کی شناخت حاصل کرلے وہی معزز ہے۔ اے بیوقوف تو اپنی ذات کا تکبر نہ کر، اس گھمنڈ کے نتیجے میں بہت خرابی ہو گی۔"

گرونانک اور دیگر گرو صاحبان ذات پات کے متعصبانہ نظام کے خلاف تھے۔ انہوں نے عزت و عظمت کا معیار ذات پات کو نہیں بلکہ نیک اعمال کو قرار دیا ہے۔ ذات و نسل پر تکبر تمام سماجی برائیوں کی جڑ ہے۔ گرنتھ صاحب کی تعلیمات کے مطابق جو شخص خدا کی معرفت حاصل کرلیتا ہے وہی قابل احترام ہے اور نادان لوگ صرف اپنی ذات و نسل پر گھمنڈ کرتے ہیں۔

سکھ مت میں سوتک (ناپاکی) کا تصور:

ہندو مت کی اصطلاح میں سوتک سے مراد یہ ہے کہ جب کسی کے گھر میں کوئی پیدائش کا عمل ہو، کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو جائے یا عورت حیض و نفاس میں مبتلا ہو تو وہ گھر ایک معین عرصہ تک ناپاک رہتا ہے۔ علاوہ ازیں انسانی جسم سے نکلنے والی متعدد رطوبتیں اور ناپاک اشیاء کو چھونا اور دیکھنا بھی سوتک کہلاتا ہے۔ عرصہ مذکور میں اس گھر کا کھانا پینا ترک کر دیا جاتا ہے۔ خاص رسومات کی ادائیگی کے بعد یہ گھر پاک ہو سکتا ہے۔ ہندو دھرم میں سوتک کو مذہب اور پاکیزگی کا حصہ قرار دیا جاتا ہے جبکہ سکھ مذہب اس نظریے کی سختی سے تردید کرتا ہے اور گرو گرنتھ صاحب میں اس بارہ میں ذیل تصورات پائے جاتے ہیں۔

من کا سوتک دوجا بھاؤ بھرمے بھولے آؤ جاؤ

من مکھ سوتک کبہیہ نہ جائے جچر شبد نہ بھیجے ہر کے نائے

سبھو سوتک جیتا موہ آکار مر مر جنمے وارو وار [44]

"دل کا سوتک (ناپاکی) ایک شرک ہے اور مشرک انسان بھرم میں مبتلا ہو کر بھٹکتا رہتا ہے۔ ایسے من مکھ لوگوں کا سوتک کبھی دور نہیں ہوتا جب تک کہ وہ خدا کے کلام کے ذریعے اس کی محبت و عظمت کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں۔ دنیا کی ہر نظر آنے والی سوتک کا ذریعہ ہے اور اس کی محبت میں پھنس کر انسان کئی بار جیتا اور کئی بار مرتا ہے۔"

سوتک سے پاکیزگی حاصل کرنے کے اصول و ضوابط بھی مقرر ہیں۔ لیکن یہ اصول مختلف طبقات کے لیے مختلف ہیں۔ اعلیٰ اور ادنیٰ طبقات کے لیے پاکیزگی حاصل کرنے کا طریقہ اور سوتک کا دورانیے میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ سکھ مذہب اس طرح کے سوتک کی نفی کرتا ہے کہ چیزیں کسی کی موت یا پیدائش ناپاک نہیں ہوتیں۔ زندگی اور موت کا مالک خدا ہے۔ گرو جی کے ذریعے سے جو لوگ معرفت حاصل کرلیتے ہیں، وہ سوتک کے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

---

43 Guru Granth Sahib, Raga Bhairon Mahala 3, 1127.

44 Ibid, Raga Gauri Mahala 1, 229.

ہندو مذہب میں جو فرسودہ اور قبیح رسوم پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک سوتک بھی ہے۔ گرنتھ صاحب میں تذکرہ کرکے اس کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے۔ سوتک کو ایک شرک قرار دیا گیا ہے اور یہ من مکھ لوگوں کا شیوہ ہے۔ زندگی اور موت کا خالق تو خدائے واحد ہے۔ کسی انسان کے مرنے یا جنم لینے سے اشیاء ناپاک نہیں ہوتیں۔ جو لوگ گرو کے ذریعے اپنے رب کی پہچان حاصل کرلیتے ہیں؛ وہ سوتک جیسی فرسودہ رسوم کے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کی تعلیمات بھی رنگ و نسل اور ذات پات سے بالاتر ہیں۔ دین اسلام بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود اور تکریم کا درس دیتا ہے۔ اس کی جامع اور منفرد تعلیمات کی وجہ سے سکھ مذہب بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اسلام کی معاشرتی تعلیمات سے متاثر ہو کر سکھ مت نے ایک ایسے انسانی معاشرے کے قیام کی اہمیت کو اجاگر کیا، جس میں خدا کی تمام مخلوق کو برابری کے حقوق حاصل ہوں اور معاشرے میں پائی جانے والی سماجی برائیوں کا خاتمہ ہو سکے۔ سکھ گرو صاحبان نے معاشرے میں مروج بری رسومات کا تذکرہ کرکے ان کی قباحت کو بیان کیا ہے اور قبیح رسوم کو سکھ معاشرے کے لیے ناسور تصور کیا ہے۔ گرونانک نے ہندو معاشرے کی جن رسومات سے بیزاری کا اظہار کیا ہے ان میں لگن سگن کی رسم، جہیز، شادی بیاہ کی رسومات کا عوضانہ، بچپن کی شادیاں اور ستی کی رسم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک خوشگوار اور صحت مند معاشرے کے قیام کے لیے سکھ مت تعلیم نسواں کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے۔ سکھ مذہب عورتوں کی ایسی تعلیم کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو ان کی عملی زندگی میں منفعت بخش ثابت ہو۔ گرونانک اور دیگر گرو صاحبان ذات پات کے متعصبانہ نظام کے خلاف تھے۔ انہوں نے عزت و عظمت کا معیار ذات پات کو نہیں بلکہ نیک اعمال کو قرار دیا ہے۔ ذات و نسل پر تکبر تمام سماجی برائیوں کی جڑ ہے۔